

چھٹی قسط

# عربی زبان تاریخ کے تناظر میں

مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

المحکم : اس کے مؤلف مشہور لغوی، ادیب اور منطقی ابوالحسن علی بن اسماعیل ہیں۔ ابن سیدہ کے نام سے ان کی شہرت ہے۔ وہ اندلس میں مرسیہ (Murcia) میں پیدا ہوئے اور دانیہ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں ربیع الثانی ۳۵۸ھ/مارچ ۱۰۶۶ء کو انتقال کر گئے۔ ابن سیدہ نابینا تھے۔ اللہ نے ان کو بے پناہ قوت حافظہ اور ذہانت و ذکاوت سے نوازا تھا۔ انھوں نے اپنے والد سے جو خود ایک ممتاز لغت داں تھے، نیز ابوالعلاء ساعد البغدادی، ابو عمر احمد بن محمد الطلمنکی، صالح بن الحسن البغدادی اور دوسرے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ہم تک ان کی حسب ذیل تصانیف پہنچی ہیں: ① کتاب شرح مشکل المتنبی: دیوان متنبی کے مشکل اشعار کی شرح، حذویہ لا بھریری فہرست ۴: ۲۷۳۔ ② کتاب المخصص: یہ ایک ضخیم لغت کی کتاب ہے، جس میں ثعالبی کی فقہ اللغہ کے انداز میں الفاظ کو معانی کے اعتبار سے معینہ اصناف کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ بلاق میں ۷ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ ③ کتاب المحکم والمحیط الاعظم: یہ بھی ایک ضخیم اور نہایت عمدہ لغت کی کتاب ہے۔ یہی کتاب ہمارا موضوع بحث ہے۔ اس میں التحلیل کی العین کے نظام کی پیروی کے ساتھ ساتھ دوسری قواعد میں و معاجم میں اس نظام کی بہتری کی جو شکلیں پیدا کی گئیں ان کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ الفاظ کی ترتیب میں حروف ہجاء کا اعتبار ہے۔ اس ترتیب میں پہلے حرف اصلی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور حروف کی ترتیب حسب ذیل ہے: ع۔ ح۔ ہ۔ خ۔ غ۔ ق۔ ک۔ ش۔ ض۔ ص۔ س۔ ز۔ ط۔ د۔ ف۔ ظ۔ ذ۔ ث۔ ر۔ ل۔ ن۔ ف۔ ب۔ م۔ ع۔ ی۔ و۔

یہ نظم عربی کی اہم معاجم میں سے ہے اور دوسری بعض معاجم کے لیے اسے اساسی مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ عربی کی سب سے زیادہ مشہور و متداول اور قدیم مستند لغت ”لسان العرب“ میں اس کے مؤلف ابن منظور نیز بعض دوسرے اصحاب لغات جیسے ابن مکتوم نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ازہری کی التہذیب کے انداز میں اس معجم میں بھی قرآن و حدیث سے لغت کا ربط قائم کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ المحکم میں عروض، لغات عرب اور اعلام کے ذکر کا اہتمام بعض دوسری لغات و معاجم کے مقابلے میں کم سہی لیکن موجود ہے۔

ابن سیدہ کی المحکم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اس میں نحو صرف کے قواعد سے متعلق کافی مباحث ہیں، قرآن کریم کی مختلف قراءتوں اور ان کی توجیہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک اور قابل ذکر خصوصیت نباتات کی

تفصیلات اور تشریحات کا اہتمام ہے، اس سلسلہ میں سابقہ معاجم کے متعلقہ مشمولات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے، صاحب معجم نے اس موضوع سے متعلق دوسری اہم کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مواد کی تشریح میں عام طور پر انتہائی باریک بینی اور دقیقہ منجی سے کام لیا گیا ہے۔ مختلف تشریحات کی تائید میں قرآن و حدیث اور ماثور کلام عرب سے استدلال کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن پیش کردہ اشعار کو ان کے کہنے والوں کی طرف منسوب کر دینے پر توجہ نہیں دی گئی۔ اس معجم میں متعدد رسائل و کتب میں بکھرے ہوئے مواد لغت کو اس طریقہ پر جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کی ضرورت باقی نہ رہے۔ کچھ خامیاں اور قابل گرفت چیزیں بھی اس میں در آئی ہیں، مثلاً بعض الفاظ کی تشریحات یا ضبط اعراب میں وقت نظر کی کمی یا غلطیوں کا واقع ہونا، حروف کی تبدیلی سے تصحیف کا عیب پیدا ہونا جیسے تسعوس البیت (یعنی انہدام) کی جگہ تسعوش لکھا جانا۔ استدلال کے لیے شواہد بیان کرتے وقت تصحیف کا واقع ہونا مثلاً بضع کے معنی کی تشریح کے ضمن میں قرآن کی آیت نقل کرتے ہوئے۔ لعلک باخع نفسك علی آثار ہم میں لعلک سے پہلے فا ترک کر دینا، العین اور الجمہورہ وغیرہ سابقہ معاجم کے ان الفاظ کو نقل کر دینا جو موضوع تنقید بن چکے تھے۔ حذیو یہ لاہیری میں اس کا نامکمل نسخہ (فہرست ۱۸۴:۴) موجود ہے۔ صاحب المعاجم اللغویہ لکھتے ہیں کہ یہ معجم خطوط کی شکل میں دنیا کے متعدد کتب خانوں میں بی بی ہوئی ہے۔ عرب لیگ نے اس کی طباعت کی طرف توجہ کی اور اس کے دو جز شائع بھی ہو چکے ہیں۔

الجمہورۃ: اس کے مولف ابو بکر محمد بن الحسن بن دریدی الازدی (۲۲۳-۳۲۱ھ) ہیں۔ ابن درید کے نام سے ان کی شہرت ہے۔ خود اپنے بیان کے مطابق، وہ قبیلہ قحطان سے تعلق رکھتے تھے۔ معجم کے عہد حکومت میں ۲۲۳ھ/۸۳۷ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں انھوں نے ابو حاتم الجستانی، ابو الفضل الریاشی، ابو عثمان الاشاندانی اور الاصمعی کے بھتیجے جیسے عظیم اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۲۵۷ھ/۸۷۰-۸۷۱ء میں جن دنوں زنگیوں (زنج) نے بصرے میں قتل و قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا وہ ہیں تھے لیکن بچ نکلے اور اپنے چچا الحسن (بعض کے نزدیک الحسین) کے ساتھ جوان کی تعلیم کے ذمہ دار تھے، عمان چلے گئے جہاں بارہ سال تک مقیم رہے۔ بعد ازاں وہ جزیرہ ابن عمر اور پھر وہاں سے فارس چلے گئے، جہاں وہ آل میکال کے دربار میں ایک مقرب مصاحب کی حیثیت سے رہے۔ جب میکالی ۳۰۸ھ/۹۲۰ء میں معزول ہو کر خراسان کی طرف چلے گئے تو ابن درید بغداد چلے آئے۔ یہاں ان کا تعارف خلیفہ المقتدر سے ہوا جس نے ان کا پچاس دینار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ بلا نوش ہونے کے باوجود انھوں نے بہت لمبی عمر پائی۔ جب وہ نوے سال کے تھے تو ان پر فالج کا حملہ ہوا لیکن وہ پھر اچھے ہو گئے اور فالج کے دوسرے حملہ کے باوجود دو سال اور زندہ رہے اور شعبان ۳۲۱ھ (اور ایک روایت کے مطابق ۳۲۵ھ) میں وفات پائی۔

ان کے شاگردوں میں ابو سعید الحسن السیرانی، ابو الفرج الاصفہانی (صاحب الاغانی)، ابو عبد اللہ الحسین بن خالویہ، ابو الحسن علی بن عیسیٰ الرمائی النخوی اور ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحق الرجاجی وغیرہ اصحاب علم و فضل شامل ہیں۔

ان میں سے ابن خالویہ، سیرانی اور ربانی جیسے بیشتر شاعرانہ کے دبستان بغدادی کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ ابن درید حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے۔ ان کو اعلیٰ شعراء اور اشعر العلماء بھی کہا گیا ہے۔ وہ عربی زبان کے سلسلہ میں حجت تھے لیکن بعض علماء نے ان پر سخت تنقید کی ہے اور زبان کے معاملہ میں ان کے ثقہ ہونے کا انکار کیا ہے، غالباً کثرت سے نبیذ کا استعمال ان علماء کی طرف سے ان کے علم و فضل کے انکار کا سبب تھا۔ الازہری تہذیب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں: ”ان لوگوں میں جنہوں نے ہمارے زمانہ میں کتابیں تالیف کیں اور اس بات کے لیے ان کو متمم قرار دیا گیا کہ وہ عربی گھڑتے اور ایسے الفاظ کی صنعت گری کرتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور بہت سی ایسی چیزیں جو کلام عرب میں نہیں ہیں ان کو اس میں داخل کرتے ہیں، کتاب الجمہرۃ کے مؤلف ابو بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی ہیں۔“

مقدمۃ الصحاح میں احمد عبدالغفور عطار مقدمۃ التہذیب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں ”ابن درید کے بارے میں خواہ کچھ بھی کہا گیا ہو اس سے قطع نظر وہ بلاشبہ ان ائمہ لغت میں سے ایک ہیں جنہوں نے عربی زبان کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اسی طرح ”الجمہرۃ“ کے خلاف چاہے کچھ بھی کہا گیا ہو وہ ایک عظیم معجم ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ ابن درید کو اس اتہام سے بری قرار دیا جائے جو ان پر لگایا گیا، کیونکہ حقیقتاً وہ روایت میں تحریک کا اہتمام کرتے تھے اور وہی چیز نقل کرتے تھے جس پر ان کو اطمینان ہوتا تھا۔ اس کے باوجود اگر ان کی معجم میں کسی نوع کے وہم و خلل یا فرو گذاشت کی بات کی جاتی ہے تو امر واقع یہ ہے کہ بڑی سے بڑی کتابیں عیوب اور قابل گرفت چیزوں سے خالی نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں ازہری کی رائے سراسر نا انصافی پر مبنی ہے۔

ابن درید کی بہت سی مؤلفات ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور بیش قیمت ان کی معجم ”الجمہرۃ“ ہی ہے۔ دوسری چند قابل ذکر کتابیں حسب ذیل ہیں: ① کتاب الاشتقاق ② کتاب السرج واللجام ③ کتاب المقصور والممدود ④ کتاب غریب القرآن ⑤ کتاب ادب الکتاب (علی طریقۃ ادب الکاتب لابن قتیبة) ⑥ کتاب اللغات۔ ان کے علاوہ ان کی دو کتابیں گھوڑے کے موضوع پر ہیں، ایک کتاب اسلحہ پر، ایک بادلوں اور بارش پر (السحاب والغیث) ہے اور ایک ایسے مبہم الفاظ اور تراکیب پر مشتمل ہے جنہیں آدمی اس وقت استعمال کرتا ہے جب اسے قسم کھانے پر مجبور کیا جائے اس کا نام ”کتاب الملاحن“ ہے۔

الجمہرۃ میں ابن درید نے تعلیقات، ہجائی کے نظام کو اپنایا ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کی طرح الخلیل نے اپنی العین میں ڈالی تھی۔ البتہ الجمہرۃ کی ترتیب میں دوسرا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مجموعہ حروف سے تعلیقات کے ذریعہ بننے والے تمام الفاظ کو ایک جگہ جمع تو کیا گیا ہے لیکن ترتیب میں مخارج کے صوتی نظام کو ملحوظ رکھنے کے بجائے حروف کے ابجدی نظام کا لحاظ کیا گیا ہے چنانچہ ”ر۔ب۔ک“ سے بننے والے کلمات ربک، رکب، کرب، کبر، برب، بکر کو باسے شروع ہونے والے کلمہ بکر یا بربک میں تلاش کیا جائے گا اس لیے کہ ان حروف میں ترتیب کے لحاظ سے ”با“ پہلا حرف ہے۔

ابن درید الجمہرہ میں الفاظ کی تشریح کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور خالص عربوں کے کلام سے استشہاد کرتے ہیں۔ قرآن کی مختلف قراءتوں کا ذکر، مختلف عرب قبائل کے لغات کی تصریح وتوضیح بھی ان کے دائرۂ اہتمام میں شامل ہے، جس کے تحت وہ اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی لغت کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے، کتاب کی ورق گردانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لغت یمن کے حق میں خاصے متعصب ہیں۔ اس کے علاوہ مغرب ودخیل کلمات کی نشان دہی کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ دخیل کلمات کی وضاحت میں وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ رومی، حبشی، عبرانی اور سریانی زبانوں میں سے کس سے ان کا تعلق ہے۔

الجمہرہ میں بھی کچھ قابل مواخذہ چیزوں کی نشان دہی کی گئی ہے، مثلاً مولد ومشتبہ الفاظ اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ حیوانات، نباتات اور آلات پر دلالت کرنے والے الفاظ کی تشریح میں اس وقت کوتاہی کا احساس ہوتا ہے جب وہ یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ مشہور ومعروف ہیں یعنی محتاج تشریح نہیں، نیز وہ اپنے جس نہج کی وضاحت کرتے ہیں اس پر پورے طور پر کار بند نظر نہیں آتے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عربوں کے جمہور کلام (ان کے اخبار وایام) اور ان چیزوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے جو ذائع وشائع ہیں اور غریب ومستفکر الفاظ کو ثانوی درجہ دیا ہے جب کہ کتاب کے بین السطور سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان کے ہاں ”غریب“ و ”نادر“ الفاظ کا بھی اچھا خاصا اہتمام موجود ہے۔

جہاں تک الفاظ گھڑنے اور تراشنے کی بات ہے تو یہ الزام ان پر لازم ہری کی طرف سے لگایا گیا ہے وہ ان پر تعقیف کا الزام بھی عائد کرتے ہیں، لیکن ان کے بیشتر الزامات حق وانصاف سے دور ہیں۔ ان کے اندر چھپی ہوئی تعصب وبنگ نظری صاف نظر آتی ہے۔ لازم ہری نے ان پر اور بھی الزامات لگائے ہیں۔ لیکن السیوطی نے المزہر میں ان کے دفاع میں لکھا ہے: ”معاذ اللہ ہو بری مما رُمی بہ، ومن طالع الجمہرۃ رأی تحریرہ فی روايتہ: معاذ اللہ وہ اس الزام سے بری ہیں جو ان پر لگایا گیا ہے اور جو کوئی بھی الجمہرۃ کا مطالعہ کرے گا اس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنی روایت میں تلاش وجتو سے کام لیتے ہیں۔“

اس عظیم معجم نے بھی عربی زبان اور اس کے شیدائیوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑا ہے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں: (۱) فائت الجمہرۃ لابی عمر الزاہد المتوفی ۳۴۵ھ (۲) جوہرۃ الجمہرۃ للمصاحب بن عباد المتوفی ۴۳۶ھ (۳) الموعب لابن التیانی المتوفی ۴۳۶ھ (۴) نظم الجمہرۃ لیحی بن معط المتوفی ۶۲۸ھ (۵) نشر شواہد الجمہرۃ لابی العلاء المعری المتوفی ۴۴۹ھ (۶) مختصر الجمہرۃ لشرف الدین الانصاری المتوفی ۶۳۰ھ۔

لیکن یہ سب وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر صرف کتب تراجم میں ہی موجود ہے، ان میں سے کوئی بھی کتاب دستیاب نہیں ہے۔ اگر یہ کتابیں ہم تک پہنچتیں تو اس نابغہ روزگار لغوی کے کچھ اور تابناک پہلو بھی سامنے آتے جن کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ الجمہرۃ انھوں نے محض اپنے حافظہ سے املا کرادی تھی۔ (جاری ہے)